ڈاکٹر محمد ریاض

# اتحادِ مسلمین۔ سنتِ نبویؐ کی روشنی میں

## مولانائے رومؒ کی ایک تقریر کا اقتباس

(مولانائے رومؒ (۶۰۴ - ۶۷۲ھ) کی مثنوی، دیوان اور فیہ ما فیہ بڑی معروف ہیں۔ ان کے ۱۴۵ مکتوبات بھی دست یاب ہیں، اور اسی طرح، مجالس سبعہ بھی۔ آخری دونوں کتابوں کو رومیؒ کے ایک خلف الرشید نے ۱۹۳۲ء میں ترکی سے شائع کروایا اور بعد میں یہ ایران سے دوبارہ شائع ہوئیں۔ اس مجموعے کی مجلسِ اول بہت طویل ہے اور استاد بدیع الزمان فروزانفر نے اسے چار مجالس کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ (دیکھیے رسالہ در تحقیق احوال و زندگانی مولانا جلال الدین محمد، تہران، طبع دوم ۱۹۵۴ء ص ۲۱۷) یہ اقتباس بالکل آغاز سے ہے۔ اس سے رومیؒ کا اسلوبِ وعظ واضح ہوتا ہے، اور مسلمانوں کے اتحاد کے بارے میں سنتِ نبویؐ کے ضمن میں انھوں نے جو کچھ فرمایا، وہ آج ہمارے لیے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ بھی فراہم کرتا ہے۔ رومیؒ کے ایک معنوی تلمیذ علامہ اقبالؒ تھے جنھوں نے ان امور پر مثنوی رموزِ بے خودی میں روشنی ڈالی ہے۔

رومیؒ کی 'مجالس سبعہ' (اور مکتوبات) کے مرتب ڈاکٹر محمد فریدون نافذبک ہیں۔ مجلس، وعظ اور منبرِ مسجد کی گفتار کو کہتے ہیں۔ مولانائے روم ۶۴۲ھ تک (شمس تبریزیؒ سے ملاقات کے سال) کوئی سات آٹھ برس تک (۶۲۸ تا ۶۲۹ھ اور ۶۳۸ تا ۶۴۲ھ) مسندِ درس اور منبرِ وعظ کے ذریعے لوگوں سے مخاطب ہوتے رہے، ان کے درس و وعظ میں صدہا لوگ حاضر ہوتے تھے مگر شمس تبریزیؒ کی ملاقات کے بعد مولانا پر جذب و کیف اس قدر طاری ہوا کہ اکا دکا مواقع کے علاوہ انھوں نے مجمعِ عام کو خطاب نہیں کیا۔

رومیؒ نے جن حکایات و تمثیلات سے کام لیا، ان کا مستند ہونا ضروری نہیں۔ ان کا مقصد نتیجہ گیری تھا۔ بہرحال رومی کی اس مختصر گفتگو آزاد اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ ان مجالس میں حمد و درود آغازِ گفتگو میں آیا ہے، اور اسی طرح مناجات بھی۔ — مترجم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً: سب تعریف خدا کے لیے ہے جو بغیر

کسی آلے کے عالم کا بنانے والا ہے۔ وہ عرفِ عام کے ہر خطرے، گفتار، حالت اور صفت سے منزہ ہے۔ سلطنتِ جہاں کی حکمرانی اسی کو سزاوار ہے، اور کوئی نہیں جو اس کا راستہ روک سکے۔ اس کا حکم و فرمان کن سے منسوب ہے۔ اس کی وحدانیت دلیلوں سے واضح ہے اور نظر عقل اسے مشاہدہ کر لیتی ہے۔ اس کا ارادۂ قدرت تمام مخلوق پر غالب ہے اور اس کی قضا و قدر ہر شے کے مخالف و موافق پہلو کو محیط ہے۔ وہی کوشش و کار کی ہمت دیتا ہے۔ وہی اُسے انجام تک پہنچاتا ہے، وہی حالات درست فرماتا ہے اور راز پر سے شک و شبہ کے پردے اٹھاتا ہے تاکہ اس کا جلال دیکھا جا سکے۔ اس کے منکر و مخالف کے اعمال ضائع جاتے ہیں، اور وہ حیرت و جہالت کی پست وادیوں میں بھٹکتا رہتا ہے۔ مگر اس پر ایمان و اعتماد رکھنے والا شخص جملہ اعلیٰ اوصاف سے متصف رہتا ہے اور خدا راہِ معرفت کو اس پر آسان فرماتا ہے۔

درود و سلام ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھیں خدا نے ایک منشورِ علم اور شمشیرِ معروف کے ساتھ بھیجا۔ وہ اس لیے آئے کہ لوگوں کو ہلاکت خیز بھنوروں اور ہولناک تاریکیوں سے بچائیں اور اپنے بدرِ کامل کی روشنی میں سب کو محفوظ و مامون مقامات تک لے جائیں۔ وہ ایک شافی اور صحت بخش کتاب کا نسخہ لائے جس نے لوگوں کو نور و سرور سے مالا مال کر دیا ہے۔ ارشادِ باری ہے، یٰاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ۔ (۱۰: ۵۷) (اے انسانو، تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی شفا آئی ہے)۔ خدا نے نبی اکرم کو انسانوں کے پاس اس وقت بھیجا جب وہ باطل سے لَو لگائے ہوئے تھے۔ وہ اندھے تھے۔ دیکھتے نہ تھے۔ بہرے تھے سنتے نہ تھے، گونگے تھے کہ حق بولتے نہ تھے۔ آپ نے انھیں متنبہ کیا کہ کیا ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہو جو کچھ تخلیق نہیں کر سکتیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ تکذیب کرنے والے آپ کو جھٹلاتے رہے اور باسعادت آپ کی تصدیق کرتے رہے۔ نبی اکرمؐ، آپ کی آل اور اصحاب پر فراواں سلام درود ہوں، خصوصاً حضرت ابو بکر تقی پر، حضرت عمر فاروق تقی پر، حضرت عثمان ذی النورین ذکی پر اور حضرت علی المرتضیٰ پر، نیز جملہ مہاجرین و انصار پر۔

## دعا و مناجات

خدایا! اپنی رحمت کے پانی سے ہماری آتشِ حرص کو بجھا دے۔ بادشاہا، عاشقوں اور مشتاقوں

کے دیدہ و دل کو انوارِ معرفت اور اسرارِ وحدت سے منور کر۔ خدایا! ہمارے ان داماں اُمیدیں جو وسعتِ صحرا میں پھیلائے گئے سعادت و شرف سے بھر دے۔ خدایا! دل جلے آہِ سحر کرنے والوں کی پکار کو شرفِ قبول بخش اور ہجر و فراق کے درد دل نکالنے والوں کو وصالِ عطر کی خوشبو سے مستفید کر۔ خدایا! ہماری قیل و قال اور گفتگو کو لیوفیہم اجورہم (تاکہ انھیں ان کا اجر پورے کا پورا دے) کے مصداق بنا۔ ہماری قال کو نمونہ حال بنا، اور ہمیں دونوں جہانوں کی مشکل گھاٹیوں میں محفوظ رکھ۔ خدایا! جو میرے دشمن چاہیں، اس سے ہمیں محفوظ رکھ، اور جو ہمارے دوستوں کی خواہش ہو، اس سے ہمیں بہرہ ور کر۔ خداوندا! اعمال کے نتائج کی تجھے ہی خبر ہے اور ہر چیز کا خزانہ بھی تیرے ہی پاس ہے۔ ہم تجھ سے بہتر اور آسان امور کی التماس کرتے ہیں۔ (آمین)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بشیر و نذیر، سید المرسلین، خاتم النبیین، زمین و آسمان کے چراغ، ہدایتِ مجسم اور افصح الانبیا تھے۔ فرمایا ہے: میری امت کے فساد و خرابی کے زمانے میں کساد آئے گا، مگر اس زمانے میں جو میری سنت کو مضبوطی سے پکڑے گا، اسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ نبی اکرمؐ نے جو عرب و عجم میں سب سے فصیح، لعمرک کے تاج خلعت والے، سارے عالم انسانی کے پیشوا، قیامت کے دن اہلِ ایمان کو اپنے علم کے نیچے جمع کرنے والے اور فقر پر فخر کرنے والے ہیں، کس قدر واضح یہ نکتہ سمجھایا ہے۔ فرمایا:

میری امت میں کساد کمی اس کے فساد و خرابی کے موقع پر ہوگی۔ فرمایا جس طرح میری امت کو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی امتوں پر فضیلت ملی، یوں میری امت پر کسی دوسرے کو فضیلت نہ ملے گی۔ اب کوئی نبی نہ آئے گا، جو اپنی امت کو میری امت پر فضیلت دلوانے لگے سلسلہ نبوت ختم ہو چکا۔ اب میرے دین کو کاسد و منسوخ کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! پھر آپ کی امت میں کساد اور بے رونقی کیسے آئے گی؟ فرمایا! میری امت میں جب فساد اور خرابی آئے گی، خلعتِ تقویٰ سے جب روگردانی ہوگی اور اطلس تقویٰ کو جسے خدا نے ولباس التقویٰ ذٰلک خیر (اور تقویٰ کا لباس اچھا ہے) قرار دیا، ہیچ سمجھا جانے لگے گا، اور معصیت و گناہ کا دھواں اس اطلسِ افلاکی اور خلعتِ محمدیؐ کو سیاہ و تاریک کرنے لگے گا، تو امتِ محمدیؐ کساد اور بے برکتی سے دوچار ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس حالت میں

ظاہر ہے کہ اللہ کے لیے جان لڑانے والا کوئی نہ ہو گا جو، اِنَّ اللہَ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم (بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں خرید لی ہیں) کا مصداق بنے اور اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ مانگنے والے بھی نہ ہوں گے ـــ لیوفیھم اجورھم۔ (تاکہ خدا انھیں پورا پورا اجر دے)

اس وقت جب امتِ مسلمہ کے تابِ معصیت سے ان کی یخ وجود پگھلنا شروع ہو جائے گی، تو یخ فروش کیا کریں گے، اور اپنے کاروبار کو کس طرح سر و سامان دیں گے؟ خلاصہ یہ کہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کا کیا بنے گا؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا: اس وقت مبارک ہیں وہ لوگ جو میری سنت کا دامن مضبوطی سے پکڑیں گے ــ

ہر کس کہ بکار خویش سرگشتہ شود آن بہ باشد کہ بر سر رشتہ شود

میری سنت یہ ہے کہ جب لوگ غلط کاری کر چکیں، اور خارستانِ معصیت میں پاؤں زخمی کر بیٹھیں تو اس وقت توبہ کریں اور غلط راہ روی پر اصرار نہ کریں۔ کیونکہ غلط کام پر اصرار کرنے والا بدبخت ہوتا ہے:

ہر کہ در کارہا ستیزہ کند در ہفت آیاتش ریزہ کند

لوگوں کو جب تکلیف پہنچے گی تو انھیں گم گشتہ راہ ہونے کا احساس ہوگا۔ آگے پیچھے دیکھیں گے، راہِ راست کی تلاش کریں گے اور کامیاب ہوں گے۔ میں نے اس بیابان میں لوگوں کو یوں ہی نہیں چھوڑا، یہاں ہر کام میں میرے آثارِ قدم موجود ہیں اور ان آثارِ قدم کو ہی سنت کہا جاتا ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ میری سنت تلاش کریں اور اس کام میں صیادوں کی روش اپنائیں جو اپنے شکار کی تلاش کرتے ہیں۔ مگر سبادا برف کے نقوش کے پیچھے جانے والے صیادوں کی روش اپناؤ کہ برف پگھل جائے گی اور انھیں شکار کی خبر نہ رہے گی۔ لوگ جب میری سنت پر چلیں گے تو معصیت و گناہ سے منہ موڑ لیں گے اور گلستانِ مراد کا رخ کریں گے۔ یہ لوگ مملکتِ سرمدی کے بادشاہوں کے اور شہدا و صلحا کے ندیم و جلیس: اولٰئک مع النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔ (یہ لوگ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے) بلکہ زمانہ فساد میں میری سنت پر عمل کرنے والا ہزار شہیدوں کے ثواب کی فضیلت

پائے گا۔ لوگوں نے پوچھا : یا رسول اللہ ! سنت کا عامل ہزار شہیدوں کا ثواب کیسے پائے گا ؟ وہ ایک عامل ہے اور شہید بھی ایک اعلیٰ عامل ہے اور ترازوئے عمل تو برابر ہی رہتی ہے کہ :

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (اور بے شک انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اس نے کوشش کی ہو)

آپ جانتے ہیں کہ کن اعمال سے ترازوئے عمل سنگین ہوتی ہے ۔ اور

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۔ (پس جس کے ترازو کا پلڑا بھاری ہوا وہ عیش و آرام میں راضی رہے گا) ۔

آپ اپنے مزدورانِ امت کے کام سے آگاہ ہیں کہ کس نے دس دن کدال چلائی، کس نے پانچ دن اور کس نے صرف ایک دن ۔ پھر یہ کہ فلاں نے کتنے گھنٹے اور کس نے کس طرح کام کیا، آپ کو سب معلوم ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ کس نے کتنا سوت کاتا اور کتنے لباس بنائے کہ : اِنِّيْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (بے شک میں جانتا ہوں جو آپ نہیں جانتے) ۔

ارشاد خداوندی ہے :

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۔

تیرے رب سے ذرہ برابر چیز نہ زمین میں چھپی رہتی ہے نہ آسمان میں ۔

سیاہ پتھر کے دل میں موجود کالی چیونٹی کی حرکت کی اسے خبر ہے ۔ وہ اس کی بھاگ دوڑ دیکھ رہا ہے ۔ اسے خبر ہے کہ شب تاریک میں وہ چیونٹی آہستہ چل رہی ہے یا تیز یا درمیانی رفتار سے ۔ وہ جانتا ہے کہ وہ دانہ کی تلاش میں ہے یا خانہ کی ۔ وہ خدا اپنے بندوں سے کس طرح بے خبر رہ سکتا ہے ؟ اسے بندوں کی محنت و کوشش کا علم ہے ۔ اسے گناہ گاروں کی حرکت و آہ اور ان کے اشکِ ندامت کی خبر ہے ۔ اسے عارفوں کے خوں چکاں قطرہ ہائے رشک کی خبر ہے ۔ اور سحر گاں تسبیح و تحمید کرنے والوں کے انفاس کی بھی ۔ اسے سالکانِ راہِ حق کے مراحل سلوک کا علم ہے اور

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۔

مقامِ صدق میں مالک مختار کے پاس ۔

وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں خدا کو اس سب کا ذرہ ذرہ علم ہے ، وہ جانتا ہے کہ سالک کہاں تک پہنچا

رزمزانہ خواں ہیں:

ما قصب روان کہ در شب خلوت بسفر کنیم　　در تاج خسروان بحقارت نظر کنیم

راہِ زندگی میں چلتے رہو۔ جان و بدن، پیدل اور بحالت سواری ہونے کی پروا نہ کرو۔ راہِ توکل پر مضبوطی اختیار رکھو اور مالک جزو کل کو نہ بھولو۔ اس نے اپنی جملہ مخلوق کا حساب کر رکھا ہے اور اسے جملہ حوادث کا علم ہے کہ:

نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ۔ (جو لوگوں کے آگے اور پیچھے ہے ہم اس کو لکھ لیتے ہیں) جس کی شان ہے۔ جب اس نے لکھ رکھا ہے تو اس میں دم و قدم، دوست و احباب اور جملہ واقعات مندرج ہیں، ایسے باخبر اور عادل سے کس طرح ممکن ہے کہ کسی کی نیکی یا برائی بھلا دے کسی کو اس کی محنت کا کم یا زیادہ معاوضہ دے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہماری گرہ کشائی فرمائیں کہ ایک عامل کو دوسرے عامل کے برابر انعام کیوں نہ ملے۔ اسے رحمۃ للعالمین! فرمائیے! کہ سنت کے حامل کو ہزار شہیدوں کا ثواب ملنے کا مسئلہ کیا ہے؟

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بارگاہِ حقیقت کے ترجمان، عرب و عجم میں سب سے فصیح علم و حکمت اور کرم و بخشش کے معدن، شاہنشاہ بے طبل و علم، سلطان موجودات اور سرورِ کائنات نے فرمایا، دوستو اور عزیزو! اگر دریاؤں میں سیلاب آجائے، دریا ایک دوسرے سے ملحق ہو کر سمندروں میں مل جائیں اور سمندر بھی طغیان خیز ہو کر کوہ و زمین پر چھا جائیں، تو یہ اتنی عجب انگیز بات نہیں کہ ان سے "ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ" (اپنے پروردگار کی طرف خوش اور خوشحال لوٹ جاؤ) کی صدا بلند ہونے لگے۔ اس سے زیادہ تعجب انگیز اور عجیب و غریب بات ہو گی کہ کوہ و وادی میں بکھرے ہوئے ذرّے آفتاب کی طرف بھاگ کھڑے ہوں، یا زمین کے گوشے گوشے میں الگ الگ پڑے ہوئے پانی کے قطرات اپنی اصل کی طرف دوڑ کھڑے ہوں، ذرے کا آفتاب سے اور قطرے کا بحر سے تعلق واضح ہے۔ مگر ان کی بے تحاشا دوڑ میں لاتعداد رکاوٹیں حائل ہیں۔ اب قطرے کو کہو کہ اپنی اصل کی طرف مستقیماً بھاگ نکلو یا ذرے کو کہو کہ آفتاب کا رخ کرو تو وہ اپنی بے بسی اور غیر مستقیم راہوں کا ذکر کریں گے۔ مگر یہ ذرے اور قطرے سب کے سب کس نے اٹھا لیے اور دریائے بے پایاں اور نیّر عالم تاب سے لو کس نے

رکھائی کہ: وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝

اور اس امانت کو انسان نے اٹھالیا، بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

بیابان جہاں میں سیل لرزہ بر اندام ہیں، زمین و افلاک خوف زدہ ہیں اور کوہ ڈر کے مارے ذرہ وار ہوئے جا رہے ہیں اور کوئی امانت کے قریب نہیں آتا مگر انسان نے اسے اٹھایا کہ:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا۔

بہرحال امانت الٰہی کو اٹھانے سے زمین و افلاک اور پہاڑوں کے دل دہل گئے مگر انسان نے جو ایک ذرہ یا قطرہ ہے اس امانت کو کندھا دے دیا۔

تومرا دل دہ دلیری بین     دو بہ خویش خوان و شیریں بین

میں کمزور و ضعیف انسان ہوں، میری قوتیں اور توانائیاں محدود ہیں مگر جب خدا نے مجھے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بے شک ہم نے اولادِ آدم پر بخشش کی) کے خطاب سے نواز دیا تو اب میں کمزور ہوں نہ ضعیف اور میری توانائیاں بھی محدود نہیں ہیں بلکہ میں پورے جہان کا چارہ گر اور اس کے مسائل کا حل کرنے والا ہوں:

چون ذیر تو پر کنم ترکش     کمر کوہ قاف گیرم و کش

میں جب اپنے آپ کو دیکھتا ہوں، تو واقعی ضعف و ناتوانی نے مجھے محصور کر رکھا ہوتا ہے لیکن جب میں عنایت خداوندی کی طرف دیکھتا ہوں کہ:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ -

(کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے)

تو میں کاہے کا کمزور و ناتواں ہوں؟ میں انسان ہوں عنایت خداوندی سے برخوردار رہا اور جملہ مسائل و معاملات کا میں چارہ گر اور حل کرنے والا ہوں:

چو آمد روی مہ رویم کہ باشد من کہ باشم من     کہ من خود آن زمان ستم کہ من بے خویشتن باشم

مرا گر مایۂ این بینی، بداں کاں مایہ او باشد     ورا گر سایہ بینی، بداں کاں سایہ من باشم

چو او با من سخن گوید چو یوسف وقت 'لا' باشم  چو من با او سخن گویم چو موسیٰ وقت 'لن' باشم
سخن پیدا و پنہاں است و او آن دوست می دارد  کہ او با من سخن گوید، من آنجا چون سخن باشم

نبی اکرمؐ کی حدیث کے معانی کی تحقیق پر دوبارہ سرِ مطلب آتے ہیں:

اس حدیث کا دیگر سخنانِ حکمت کی مانند، ایک راز اور مغز ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو راز اور مغزِ سخن سے بہرہ یاب ہوا۔ اے برادر، جس قدر تم اپنی طلب میں پوست اور چھلکے سے باہر نکلو گے اسی قدر معانی بھی چھلکے سے باہر نکلیں گے اور تم مغز سے قریب ہو گے۔ اسی طرح تم دوسرا یا تیسرا چھلکا اتارو گے تو مغز سے مزید لذت یاب ہو سکو گے۔

اگر بیگانہ شوی با تو دل بیگانہ کنم  دل از ہوا و زمہر کسان کرانہ کنم

اسی طرح اگر تم حرص و شہوت کے چھلکے چڑھانے لگو، تو مغزِ معنی پھر پوشیدہ ہو جائے گا۔ عروسِ حکمت کو بے نقاب دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ تم بھی بے حجاب بنو۔ ورنہ تم مغزِ معانی تلاش کرو گے اور مغزِ معانی پوست و قشر کے اندر سے فریاد کرے گا کہ میں ابھی یہاں ہوں۔ تم پہلے خود بے نقاب ہو جاؤ کہ میں بھی بے حجاب بنوں؛

دلدار چنان مشوش آمد کہ مپرس  ہجرانش چنان پر آتش آمد کہ مپرس
گفتم کہ مکن، گفت مکن تا نکنم  وین یک سخنم چنان خوش آمد کہ مپرس

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام (و سخرنا لہ الریح اور ہم نے اس کے لیے ہوا مسخر کر رکھی تھی) تخت پہ بیٹھے ہوئے تھے۔ جملہ پرندے آپ کی بارگاہ میں جمع تھے کہ دیکھیں تخت کب نظر آئے کہ اس تخت کی شان دغدوھا شہر و رواحہا شہر تھی، اس حالت میں حضرت سلیمانؑ کو کوئی ایسا خیال گزرا جو شکرِ نعمت کے شایانِ شان نہ تھا اور آپ کا تاج ٹیڑھا ہو گیا۔ جتنی بھی کوشش کرتے تاج ٹیڑھا ہی رہتا اور سیدھا نہ ہو سکا۔ فرمایا اے تاج سیدھا ہو جا۔ اسی وقت تاج بول پڑا کہ اے حضرت سلیمان، آپ بھی سیدھے ہو جائیں تو میں بھی سیدھا ہوں۔ حضرت سلیمان فوراً سجدہ ریز ہو گئے۔ اور 'ربنا ظلمنا انفسنا' پڑھنے لگے۔ تاج فی الفور اور ان کی کوشش کے بغیر سیدھا ہو گیا۔ حضرت سلیمان اس وقت تاج کو ٹیڑھا کرتے مگر وہ سیدھے ہی بیٹھتا۔ میرے عزیزو! تمہارا تاج تمہارا ذوق وجدان ہے، تمہارا ذوق و وجدان خراب ہو جائے، تو تاجِ وجود ٹیڑھا ہو جائے گا۔

ذوقی کہ زخلق آید زان ہستی تن زاید    ذوقی کہ زحق آید زاید دل وجان ای جان

اے سلیمانِ وقت! عقلی اور روحانی جن و پری تیرے تصرف میں ہیں مگر نفسانی اور شیطانی قوتوں نے بھی تیرے تخت کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ اس طرف بھی توجہ کریں۔

گر درخت صف زدہ لشکر دیو و پری    ملک سلیمان تراست، گم مکن انگشتری

صلح جدا کن زجنگ، زانکہ نہ نیکو بود    کارگہِ شیشہ گر دست گہ گازری

تیری دکانِ وجود میں طاعت و ذوق کا شیشہ گر بیٹھے گا یا ہوی اور ہوس اور شہوت کا دھوبی شیشہ گر دس دن میں جو شیشہ تیار کرے گا، دھوبی اپنی رخت شوئی کے زدو کوب سے، دکان کو زلزلہ کر کے اسے ایک دن میں توڑ ڈالے گا کہ (ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون) (ایسا کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو)۔ اے سلیمانِ وقت! جب تو تاجِ ذوق اپنی سرِ روح پر نہ دیکھے گا تو ملولِ خاطر اور پریشان ہوگا، تو پکارے گا کہ میرے ذوق کہاں ہو؟ اور اے شوق محبت کسی حجاب میں ہو؟ تو تاجِ اخلاص کو جتنی کوشش سے سر پر سیدھا کرے گا جب تک تیرا وجود مجرا اخلاص اور درست نہ ہوگا وہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔ تاج بزبانِ حال یہی کہے کہ تو سیدھا ہو کہ میں سیدھا ہو جاؤں کہ (ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم (بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک اس کے افراد خود اپنی حالت نہیں بدلتے) میں یہی حکمت مضمر ہے۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے کہ میں بے شک بخشش کار اور دیالو ہوں لیکن اپنی مخلوق کو دی ہوئی نعمت میں اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں کرتا جب تک وہ اپنی استعداد، لیاقت اور ذوق میں تبدیلی نہ دکھائیں۔ حدیث شریف کی بات وہیں رہ گئی اور یہ بات ختم نہیں ہو سکی کہ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا (کہہ دے کہ اگر خدا کی باتوں کے لیے سمندر سیاہی بن جائیں تو خدا کی باتیں ختم ہونے سے قبل یہ سمندر تمام ہو جائیں گے خواہ ایسے کئی مزید سمندروں کو بھی لا موجود کیا جائے)۔ یہ بات حدیث کے اس حصے سے مربوط ہو گئی کہ فسادِ امت کے دوران جو شخص سنتِ رسولؐ کا دامن مضبوطی سے پکڑے گا، کامیابی اس کی ہے۔ عاقل کے لیے اشارہ کافی ہے اور وہ اس سخن عمیق کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ بات اس حدیث سے مربوط ہے کہ الاسلام بدأ

غریبا وسیعود غریبا ، (اسلام کی ابتدا غربت میں ہوئی اور وہ غریب و مسافر ہی رہے گا)۔ امتِ مسلم کے افراد ذروں اور قطروں کے سے ہیں اور ان کا وجود سنتِ رسول سے ہی وابستہ ہے۔ قطرے عالمِ آب و گل کو رونق دیتے ہیں، آب و تاب کا باعثِ وجود بنتے ہیں۔ ان کے اتصال سے بارش ہے۔ ہریالی ہے اور سیلاب بھی والسابقون السابقون ، کے قطرات نے اپنا سیل آسا زور دکھا دیا تھا۔ اب بھی یہ قطرے اور ذرے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں مگر ان کا نکتۂ ارتکاز سنت و نبوت کا وجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ : ان ابراھیم کان امۃ (بے شک ابراہیم ایک امت تھے)۔ یعنی ابراہیم کی قوت اور برکت کا کیا پوچھتے ہو وہ بذاتِ خود ایک امت تھے۔ ابراہیم بادشاہ تھا، لشکر تھا، قطرہ تھا، سیل تھا اور سب کچھ تھا۔ دوسری ہزاروں امتیں ہوں گر ابراہیم تن تنہا ایک امت تھا، وہ ایک ہزار بلکہ کئی ہزاروں کے برابر تھا:

کشتیٔ وجودِ مردِ دانا عجب است — افتادہ بہ چاہ مردِ دانا عجب است
کشتی کہ بہ دریا بود، آن نیست عجب — دریک کشتی ہزار دریا عجب است
گر نسیم یوسفم پیدا شود — ہر کہ نابینا بود، بینا شود
ای دل از دریا چرا تنہا شدی — اینچنین دریا کسی تنہا شود؟
ماہی کز بحر در خشکی فتاد — می تپد تا زود تر آنجا شود
گر کسی گوید کہ پیش بحرِ عشق — دل چرا شوریدہ و شیدا شود
تو جوابش دہ کہ اندر شوقِ بحر — قطرہ بی آثار و ناپیدا شود
ہم جوابش دہ کہ اندر آفتاب — ذرۂ سرگردان و ناپردہ شود

دوستو! اسی سیاق میں فسادِ امت کے دوران سنتِ نبوی سے متمسک شخص کے ثواب کا معاملہ، اور اتحادِ امت میں نبی اکرمؐ سے رابطہ رکھنے کی اہمیت سمجھی جا سکتی ہے کہ وہ اُمت ہیں اور اُمت ساز بھی۔